سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

ہفتہ وار — قادیان — دورِ جدید

چہ گویم باتو گر پہادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

THE AL HAKAM QADIAN

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی عرفانی احمدی

مدیر مسئول: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست و حکومت سے ۱۰۰ر
امراء و رؤساء سے ۲۵ر
معاونین سے ۱۵ر
عوام سے ۶ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
قیمت فی پرچہ ۲ر

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر ۔ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

جلد ۳۹ | ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ جون سنہ ۱۹۳۶ء یوم یک شنبہ | نمبر ۱۷

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالے برکت دے۔ اور اس راہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

"الحکم" سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ "الحکم" ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالے آپ کو اور آپ کی نسل کو اس خدمت کی توفیق دے۔ اَللّٰھُمَّ آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

(۷ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت چوہدری عبدالعزیز خانصاحب مرحوم و مغفور ساکن ضربدیال ضلع ہوشیارپور

چوہدری صاحب ساکن ضربدیال ضلع ہوشیارپور کے باشندے اور معزز قوم راجپوت کے درخشندہ گوہر اور سپوت تھے۔ سنا گیا ہے کہ جب آپ انٹرنس پاس کر چکے اور ابھی گھر پر ہی تھے۔ کہ ان کے والد صاحب مکرم نے ان کو زمیندارہ کام سرانجام دینے کے لئے ارشاد کیا۔ چونکہ خواندہ اشخاص عموماً محنت و مشقت خصوصاً زمیندارہ امور کے عادی نہیں ہوتے آپ نے معذوری ظاہر کی کہ "یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا"۔ ان کے والد صاحب نے جواباً فرمایا۔ کہ "تو کوئی تحصیلدار ہے۔ جو تجھ سے زمیندارہ کام نہیں ہو سکتا"۔ یہ بات کہنے کو تو کہہ گئے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ میرا لڑکا غیر معمولی سپوت یعنی سچ مچ ایک غیر انسان ہے۔ اور وہ ایسا ہی کر دکھائیگا۔ چنانچہ سنا ہے کہ وہ اسی وقت گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ غرض لئے ہوئے کہ "اب میں تحصیلدار ہی بن کر آؤنگا"۔ گھر سے روانہ ہو کر وہ ہوشیارپور اپنے ننہال میں پہونچے۔ اور کسی ذریعہ سے وہ امیدوارانہ حیثیت سے صدر میں کسی ملازمت پر مامور کئے گئے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ وہ جلد ہی ترقی کر کے نائب تحصیلدار ہو گئے۔ بعدہ انہوں نے تحصیلداری اور مال افسری (E. A. C.) وغیرہ کے امتحانات بھی پاس کئے۔ اور حکام ضلع کی نظروں میں وہ فی الواقع اسم بامسمےٰ عبدالعزیز ثابت ہوئے۔ اور وہ کلمہ جو کسی غیرت کی وجہ سے ان کے منہ سے اتفاقیہ یا القائے ربانی کے طور پر نکل چکا تھا۔ حرف بحرف پورا ہو گیا۔ الحمد للہ خدا قادر ہے جو چاہے سو کرے۔ ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

غالباً ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ کہ اسی سال کے کسی حصہ میں ان کو احمدیت کا حال معلوم ہوا۔ اور وہ قادیان دارالامان پہونچے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا فی الواقعہ یہ سلسلہ الٰہی سلسلہ ہے۔ کیا جس شخص نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ وہی پاک انسان ہے۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشادات و بشارات کے ماتحت دنیا میں ظہور فرمانا تھا۔ میں چونکہ شروع سال ۱۹۰۳ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہو چکا تھا۔ اور بحیثیت بورڈر احمدیہ سکول کے بورڈنگ میں رہائش رکھتا تھا۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ ہمارے ضلع کا ایک طالب علم یہاں تعلیم حاصل کرتا ہے۔ وہ مجھ کو بھی ملے۔ اور مجھ سے احمدیت اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت سے سوالات و استفسارات کئے۔ جن کا اپنی سمجھ کے مطابق میں نے کافی تشفی ان کو جواب دیا۔ اور قادیان سے واپس ہونے پر بہت دور تک میں ان کے ہمراہ گیا۔ راستہ میں بھی وہ بہت سے معلومات مجھ سے حاصل کرتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ وہ مجھے قادیان آکر ملے۔ اور تسلی ہونے پر آپ نے بیعت کر لی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

بیعت سے مشرف ہو کر واپس جانے کے بعد ان کے دل میں تبلیغ کا بے حد جوش پیدا ہو گیا۔ اور نہ صرف اپنی قوم میں ہی تبلیغ کرتے رہے بلکہ تمام اہلکاروں اور حکام ضلع کو بھی تبلیغ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور انہی کی تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ جو اسوقت ہم کو ضربدیال اور اہرآنہ پھگلانہ اور مہٹیانہ۔ کاٹھ گڑھ اور گناچور ضلع جالندھر و ہوشیارپور کے اکثر دیہات کی راجپوت قوم کی آبادی میں نظر آ رہا ہے۔ وہ تو ایسے متواضع ملنسار اور خلیق و منکسر المزاج تھے۔ کہ گو وہ اس جہان میں موجود نہیں اور مدت ہوئی۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ مگر ابھی تک اپنے پرائے ان کا نام کا حسن گاتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ابھی تک طالب علم کی حیثیت میں غالباً لاہور میں تھا۔ کہ وہ بعہدہ تحصیلداری دورہ کرتے کراتے ہمارے گاؤں موضع بیرم پور میں پہونچے۔ اور یہیں پڑاؤ کیا اور نمبردار دیہہ مذکور کو حکم دیا کہ میرے والد صاحب کو تلاش کر کے فوراً حاضر کرے۔ تمام گاؤں میں ایک کہرام مچ گیا۔ کہ خدا جانے اسپر کیا مصیبت نازل ہونیوالی ہے۔ جو افسر علاقہ اس کی تلاش اسقدر کروا رہا ہے۔ اور وہ کسی سخت جرم میں ماخوذ ہونیوالا ہے۔ ہر ایک شخص کے دوست بھی ہوتے ہیں۔ اور دشمن بھی۔ میرے والد صاحب کے ہمدرد احباب میں ہمدردی کے آثار تھے۔ اور دشمن خوشیوں سے بغلیں بجا رہے تھے۔ کہ گورنمنٹ کا کوئی ایسا جرم اس سے سرزد ہو گیا ہے۔ جسکے قصاص میں اسے گرفتار ہوتے اور سزا پاتے ہم دیکھیں گے۔ غرضیکہ اسوقت طرح طرح کے خیالات میں دوست و دشمن مستغرق تھے۔

؎ مگر ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

جب والد صاحب حاضر ہوئے۔ تو تحصیلدار صاحب ان کیلئے مردانہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور آپ چارپائی کے پائنتیں کی جانب کھڑے ہو کر والد صاحب سے عرض کرتے ہیں۔ کہ میرے محسن ہادی کے بزرگوار! ادھر سرہانہ کیطرف تشریف رکھیئے۔ اور میں صرف آپ کی اس وجہ سے زیارت کرنا چاہتا تھا۔ کہ میں اس خوش نصیب شخص کو دیکھوں۔ جس کا بیٹا احمدیت کے دربار میں مجھ سے پہلے جا داخل ہوا۔ اور جس کے ذریعہ حضرت صاحب کو ماننے کیلئے مجھے بہت سے اسباب مہیا ہوئے۔ اسطرح میرے والد صاحب کی عزت افزائی سے دشمنوں کے منہ کالے ہو گئے۔ اور وہ اپنے غیظ و غضب میں ہی جل بھن گئے۔

آہ! وہ ایک سعید روح تھی۔ وہ نہ بھولنے والا وجود تھا۔ جو جلد دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے مولا حقیقی سے جا ملا۔ اگر چند دن اور زندہ رہتا۔ تو اللہ تعالیٰ سے امید تھی کہ ہمارے ضلع کی راجپوت آبادی کثرت سے احمدیت قبول کر لیتی مگر ع

آدمی بلبلا ہے پانی کا

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

او واصل باللہ ہونیوالے وجود! خدا تجھ پر بیشمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے تیری آخرت بالخیر ہو۔ آمین۔ ہمارے ضلع کے لوگ دقتیں تجھے یاد کر کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہائیں گے۔ اور دعا سے خیر سے تجھے یاد کریا کریں گے۔

چوہدری صاحب مرحوم کے ایک بھانجے چوہدری محمد علیخان صاحب میرے ہمنام آج کل گرداور قانون گو ہیں۔ دونوں ہم جماعت ہیں۔ ایک ہی وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ دسویں جماعت میں پڑھکر اکٹھے امتحان دیا۔ چوہدری صاحب مرحوم و مغفور کا ارادہ تھا کہ ہم دونوں کو گرداور قانون گوئی کی امیدواری میں داخل کریں اور محکمہ مال کی ملازمت میں داخل کر دیں۔ مگر میں اسے نامنظور رکھا۔ اور میں پہلے لاہور کے ریلوے ڈیپارٹمنٹ میں ابعدہ پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور میں کلرکی پر کام کرتا رہا۔ بعد ازاں محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی۔ بالآخر چوہدری محمد علیخان صاحب قانون گو اور چوہدری امیر محمد صاحب اہرآنوی۔ چوہدری عبداللہ خانصاحب پوشمانہ والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی کرنیوالے حضرت چوہدری صاحب مرحوم مغفور کی زندگی کے اہم واقعات پر روشنی ڈالکر ممنون احسان فرمائیں۔ جو مرحوم کی یاد تازہ رکھنے والے ہوں۔ (باقی ماندہ حالات بر مرحوم بعد میں پیش کئے جائینگے) از چوہدری محمد علیخان اشرف ہیڈ ماسٹر

سیرت المہدی کا ایک ورق

آپ دشمنوں کو کس طرح معاف کر دیتے تھے

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا ایک نمونہ

الحکم کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے اوراق شائع کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اسے اپنے محبوب آقا کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ وہ اسی مقصد کو لیکر جاری ہوا تھا۔ اور یہی مقصد آخری وقت تک اس کے مدِ نظر ہے۔

آج میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا جو ورق پیش کرتا ہوں۔ وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسی شان نمونہ شمائل احمدی کا ہے۔ کہ اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملیگی۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے یہ تعلیم تو بیشک دی ہے۔ کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو مگر اس کا عملی نمونہ آپ کی زندگی میں ہرگز پایا نہیں جاتا آپ کو نہ وہ مقدرت اور موقع نصیب ہوا۔ کہ آپ کے دشمن پکڑے ہوئے آپ کے سامنے آتے اور ان کو معاف کر دیتے۔

میری غرض اس سے نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہتک نہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے ایک نبی تھے۔ اور قرآن کریم نے آپ کی شان اور عظمت کا ذکر فرمایا ہے جس پر ہر مسلمان ایمان لاتا ہے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ ان کو اپنے عہد میں اقتدار وحکومت کا وہ موقع نہ ملا۔ کہ وہ اپنے دشمنوں سے محبت و پیار کا کوئی نمونہ دکھا سکتے۔ ہاں یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ہمارے سردار و آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو علی وجہ الاتم حاصل ہوا۔ اور وہ مکہ جہاں سے آپ بیحد تکالیف اٹھا کر ہجرت پر مامور ہوئے تھے۔ وہ مکہ جہاں آپ کے خادموں پر انتہائی مظالم اور ستم توڑے گئے۔ اور نااہل۔ ناحق شناس دشمنوں نے غریب اور ضعیف عورتوں تک پر ظلم کیے۔ جب آپ نے اس کو فتح کیا۔ تو باوجودیکہ آپ ایک شہنشاہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور آپ کو حق تھا۔ کہ ان ظالموں کو ان کے کیفر کردار کی سزا دیتے مگر آپ نے ان کو فوراً معاف کر دیا۔ دنیا کی تاریخ میں عفو و رحم کی ایسی نظیر اور مثال نہیں ملے گی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایسے واقعات ملتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر میری آنکھوں کے سامنے ہوئے ہیں۔ کہ آپ نے اپنے دشمنوں کو صاف معاف کر دیا ہے۔

میں اس وقت ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جن دوستوں کو قادیان آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان کو دفتر بیت المال اور محاسب کے محل وقوع کا پتہ ہے۔ اور اس کے سامنے گول کمرہ ہے۔ دفتر محاسب اور گول کمرہ کی دیوار کے درمیان سے بازار اور مسجد اقصےٰ کو راستہ جاتا ہے۔ اور چھوٹی مسجد کو بھی آج سے چالیس بیالیس برس پیشتر نہ تو گول کمرہ کے سامنے احاطہ کی دیواریں تھیں۔ اور نہ دفتر محاسب کے کمرے تھے۔ دفتر محاسب کے کمروں کے بجائے ایک چار دیواری بدوں چھت کے تھی۔ اور اس جگہ کسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائیوں کا خراس ہوتا تھا۔ بالآخر یہ جگہ خاکسار ایڈیٹر الحکم کے توسط سے خریدی گئی۔ اور توسیع مسجد مبارک کے لئے اسے مخصوص کیا گیا۔ نیچے دفاتر اور اوپر کا حصہ شامل مسجد مبارک ہو گیا۔

غرض وہ گلی جو بازار اور جامع مسجد کو جاتی ہے ایک شارع عام تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائیوں میں سے مرزا امام الدین کو حضرت صاحب کی اور سلسلہ کے ساتھ عداوت اور عناد تھا۔ اور وہ کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا باقی اٹھا نہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس راستہ کو جو بازار اور مسجد مبارک کا تھا۔ دیوار سے بند کر دیا۔ دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے بن رہی تھی۔ اور ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ ہم کچھ نہ کر سکتے تھے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم تھی۔ کہ شر کا مقابلہ شر سے نہ کرو۔

ورنہ اگرچہ جماعت اسوقت بہت قلیل تھی۔ اور قادیان میں بہت ہی تھوڑے سے آدمی تھے۔ لیکن اگر اجازت ہوتی تو دیوار ہرگز نہ بن سکتی۔ چنانچہ ایک دوسرے موقعہ پر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حضرت کی ذاتی زمین پر ایک مکان بنانے کا ارادہ کیا گیا۔ اور فریق مخالف نے روکنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو ایک ہی دن میں وہ پورا مکان بن گیا تھا۔

وہ ایام عجیب ایام تھے۔ ابتلاؤں پر ابتلاء آتے تھے۔ اور جماعت ان ابتلاؤں کے اندر ایک لذیذ ایمان کے ساتھ اپنی ترقی کی منزلیں طے کرتی تھی۔ غرض وہ دیوار چن دی گئی۔ اور اس طرح ہم سب کے سب پانچوقت کی نمازوں کے لئے مسجد مبارک میں جانے سے روک دئے گئے اور مسجد مبارک کے لئے حضرت صاحب کے مکانات کا ایک چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔ یعنی اس کوچہ میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جو حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے مکان کے آگے سے جاتا ہے۔ اور پھر منور بلڈنگ کے پاس سے بازار کی طرف کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کی طرف کو چلا جاتا ہے۔ جماعت میں بعض کمزور اور ضعیف العمر انسان بھی تھے۔ بعض نابینا تھے۔ اور بارشوں کے دن تھے راستہ میں کیچڑ ہوتا تھا۔ اور بعض بھائی اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور جاتے ہوئے گر پڑتے۔ اور ان کے کپڑے گارے کیچڑ میں لت پت ہو جاتے تھے۔ ان تکلیفوں کا تصور بھی آج مشکل ہے۔ جبکہ احمدیہ چوک میں پکے فرش پر سے احباب گزرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کی ان تکالیف کو دیکھ کر بہت تکلیف محسوس کرتے۔ مگر کچھ چارہ سوا اس کے نہ تھا۔ کہ حضرت رب العزت کے سامنے گڑگڑائیں۔

غرض وہ دیوار ہوگئی۔ راستہ بند ہو گیا۔ اور پانی تک بند کر دیا گیا۔ آخر مجبوراً عدالت میں جانا پڑا اور عدالت کے فیصلہ کے موافق وہ دیوار بنانے والوں کو اپنے ہی ہاتھ سے دیوار ڈھانی پڑی۔ جو بجائے خود ایک نشان تھا۔ اور اس کی تفصیل انہیں دنوں میں "الحکم" میں چھپ چکی تھی عدالت نے نہ صرف دیوار گرانے کا حکم دیا بلکہ حرجانہ اور خرچہ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر کر دی۔

ناظرین خیال کریں گے۔ کہ جس فریق نے آپ کو اور آپ کی جماعت کو اس قدر تکلیف دی جاتی ہو کہ ان کی آمد و رفت کا راستہ محض ایذا دہی کے لئے بند کر دیا ہو۔ اور پانی بند کر کے کربلا کا نمونہ دکھایا ہو۔ کیا وہ فریق اس قابل تھا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی سلوک کیا جاتا؟

اس جرم کی پاداش میں جو سلوک بھی ان سے کیا جاتا وہ عقل اور انصاف و اخلاق کے معیار پر بالکل جائز اور درست ہوتا۔ مگر اخلاق اور اعلیٰ اخلاق کے معلم کی زندگی کے آئینہ کو دیکھو۔ کہ

وہ ان دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے

حضرت اقدس نے کبھی اس خرچہ اور حرجہ کی ڈگری کا اجراء پسند نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ میعاد گزرنے کو آ گئی۔ جب گورداسپور میں مقدمات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو خواجہ کمال الدین صاحب نے محض اس خیال سے کہ اس کی میعاد نہ گزر جائے اس کے اجراء کی کارروائی کی۔ اور اور اس میں حسب ضابطہ نوٹس مرزا نظام الدین صاحب کے نام جاری ہوا۔ کہ اس وقت فریق ثانی میں سے وہی زندہ تھے۔ مرزا امام الدین فوت ہو چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ مرزا نظام الدین صاحب کو جب نوٹس ملا۔ تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا۔ میں اس وقت قادیان میں موجود تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب نے وہ خط مجھ کو سنایا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔ کہ دیوار کے مقدمہ کے خرچہ وغیرہ کی ڈگری کے اجراء کا نوٹس میرے نام آیا ہے۔ اور میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ میں اگرچہ قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں۔ اور آپ کو بھی حق ہے کہ آپ ہر طرح وصول کریں۔ مجکو یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی تکلیف آپ کو پہونچتی رہی ہے۔ مگر یہ بھائی صاحب کی وجہ سے ہوتا تھا

مجکو بھی شریک ہونا پڑتا تھا۔ آپ رحم کرکے معاف فرما دیں۔ تو آپ اس قابل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس خط کا مفہوم تھا۔ اور یہ بھی چاہا گیا تھا کہ اگر معاف نہ کریں تو باقساط وصول کرلیں۔

حضرت اقدس اس وقت گورداسپور میں مقیم تھے۔ اور یہ بھی بارشوں کے ایام تھے۔ حضرت اقدس کے پاس جس وقت خط پہنچا۔ آپ نے سخت رنج کا اظہار فرمایا۔ کہ کیوں اجراء کی گئی ہے مجھ سے کیوں دریافت نہیں کیا گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب نے عذر کیا۔ کہ محض میعاد کو محفوظ کرنے کے لئے ایسا کیا گیا۔ ورنہ اجراء مقصود نہ تھا۔ حضرت اقدس نے اس عذر کو بھی پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ

آئندہ کبھی اس ڈگری کا اجراء نہ کیا جاوے۔ ہم کو دنیاداروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں۔ انہوں نے اگر تکلیف دینے کے لئے یہ کام کیا۔ تو ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ نے مجھے اس غرض کے لئے دنیا میں نہیں بھیجا۔

اور اسی وقت آپ نے ایک مکتوب مرزا نظام الدین صاحب کے نام لکھا۔ اور مولوی یار محمد صاحب کو دیا۔ کہ وہ جہاں ہوں ان کو فوراً پہنچائیں۔

چنانچہ مولوی یار محمد صاحب اسے لے کر قادیان پہونچے اور قادیان میں انہیں نہ پاکر اور یہ معلوم کرکے کہ مرزا نظام الدین صاحب موضع مسانیاں گئے ہوئے ہیں۔ یہ مسانیاں پہونچے۔ اور وہاں جاکر وہ خط ان کو دیا گیا۔ جس میں نہایت ہمدردی کا اظہار تھا اور ان کو اس ڈگری کے کبھی بھی اجراء نہ کرنے کے متعلق یقین دلایا گیا تھا۔ اور سب کچھ معاف کردیا تھا۔

مرزا نظام الدین پر جو اس خط کا اثر ہوا وہ انکی زندگی کے باقی ایام سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے عملاً مخالفت کو ترک کردیا تھا۔

میں نے نہایت سادہ الفاظ میں واقعات کو لکھ دیا ہے۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عفو اور درگزر کی جو نمایاں مثال نظر آتی ہے۔ مجکو ضرورت نہیں۔ کہ اسے رنگ آمیزی سے پیش کروں۔

یہ ہے عفو و درگزر کا نمونہ اور دشمنوں کو معاف کرنے کی تعلیم کا عملی سبق۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو دیا۔

اسی سلسلہ میں مجھے ایک اور واقعہ کا اضافہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف معاف ہی نہیں کردیا بلکہ مزید احسان اور لطف فرمایا۔ ہمارے ایک نہایت ہی دوست اور حضرت کی راہ میں فدا شدہ بھائی حضرت حکیم فضل الدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قادیان کے ایک جولاہے نے جو ہمیشہ مقدمہ بازی کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ ایک زمین کے متعلق جہاں آج کل شیخ نور الدین تاجر کا مکان ہے۔ مقدمہ بازی شروع کردی۔ وہ جگہ دراصل حضرت ہی کی تھی۔ حکیم فضل الدین صاحب کو دیدی گئی تھی۔ اس

جولاہے نے حکیم صاحب مرحوم کے خلاف ایک مقدمہ دائر کردیا۔ چونکہ حضرت اقدس پسند نہ فرماتے تھے کہ شرارتوں کا مقابلہ کیا جاوے آپ نے حکیم فضل الدین صاحب کو حکم دیا۔ کہ جواب دہی چھوڑ دو۔ زمینوں کی پرواہ نہیں۔ خدا تعالےٰ چاہے گا۔ تو آپ ہی دیدیگا۔ زمین تو خدا کی ہے۔ مرزا نظام الدین کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا۔ کہ آپ اپنے حق کو تو چھوڑتے ہیں۔ مجھے ہی زمین دیدیں اور میں قیمت بھی دیدونگا۔ چنانچہ انہوں نے ایک پرامیسری نوٹ بھی لکھ کر بھیج دیا۔ مگر حضرت نے فرمایا۔ کہ مرزا نظام الدین صاحب کو یہ ٹکڑا زمین دیدیا جائے۔ چنانچہ وہ قطعہ زمین کا دیدیا گیا۔ جو بعد میں مرزا صاحب موصوف نے ایک معقول قیمت پر حضرت کے ایک خادم کے ہاتھ میں فروخت کردیا۔ مگر حضرت نے کبھی اس زمین کی قیمت یا پرامیسری نوٹ کی رقم کا مطالبہ نہ فرمایا۔ اس لئے کہ آپ کی فطرت میں احسان و مروّت رکھی گئی تھی۔

ان واقعات کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے کئی پہلو نمایاں ہیں۔ جن پر اس وقت میں بحث نہیں کرونگا۔ بلکہ اس کیلئے سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ شمائل واخلاق مخصوص ہے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کی ایک شان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اور دنیا کے سید ومقتداء حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جو عشق اور محبت تھا۔ اس کی نظیر اس زمانہ میں نہیں پائی جاتی چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں۔ ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آپ کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں نام اور ذکر آتا ہے۔ اس وقت آپ کی حالت بالکل اور ہوجاتی ہے۔ محبت و فدائیت کا ایک سمندر ہے جو موجیں مار رہا ہے۔ عربی۔ فارسی۔ اردو میں جو مدح آپ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کی ہے وہ ایک جدی نشان اپنے اندر رکھتی ہے۔

میں اس وقت ... آپ کے نعتیہ کلام پر بحث نہیں کر رہا۔ بلکہ میں آپ کے واقعات زندگی میں سے ایک واقعہ پیش کرکے دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ دنیا کی تمام محبوب ترین چیزوں میں آپ کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود پیارا تھا۔ اور آپ کے لئے اس قدر غیرت اور جوش تھا۔ کہ اس کے لئے سب کچھ قربان کردینے کو ہمیشہ آمادہ رہتے تھے۔ اور یہ محبت یہ عشق ایک معرفت کا رنگ رکھتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن واحسان کو جس رنگ میں آپ نے ظاہر

کیا۔ تیرہ سو سال کے اندر اس کی نظیر نہیں ملتی۔

جس واقعہ نے مجھے سیرت کے اس ورق کی اشاعت کی تحریک کی۔ وہ آپ کی زندگی کے ان ایام کا واقعہ ہے۔ جبکہ آپ نے نہ کوئی دعویٰ کیا تھا۔ اور نہ دنیا آپ سے واقف تھی بلکہ براہین احمدیہ بھی ابھی لکھی نہ گئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چچا مرزا غلام حیدر مرحوم تھے۔ یہ وہی مرزا غلام حیدر مرحوم تھے جن کے مکان میں آج کل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ ان کی اہلیہ بی بی صاحب جان تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے منہ سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ باوجود اس رفق ونرمی کے جو آپ کی طبیعت میں تھی۔ اور باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا رکھتے تھے۔ اس بات کا اثر آپ کی طبیعت پر اس قدر ہوا اور اس قدر بیتابی آپ کے قلب میں پیدا ہوئی۔ کہ اس کا رنگ آپ کے چہرہ مبارک سے نمایاں تھا۔ وہ غصہ سے تمتما رہا تھا اس حالت میں آپ نے کھانا بھی چھوڑ دیا۔ محض اس لئے کہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیوں بے ادبی ہوئی۔ اس قدر رنج آپ کو ہوا کہ الفاظ اس کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتے۔

مخدومی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر جو اس روایت کے راوی ہیں۔ بیان کرتے تھے۔ کہ حضرت صاحب کو بہت ہی غصہ تھا۔ اور انہوں نے اس واقعہ سے متاثر ہوکر ان کے یہاں کا کھانا بھی چھوڑ دیا۔

یہ ایک ہی واقعہ آپ کی زندگی کا نہیں اس قسم کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ جن میں غیرت اسلامی کی ایک خاص شان نظر آتی ہے۔

ایک دفعہ بمقام لاہور پنڈت لیکھرام آریہ مقتول نے آپ کو آکر سلام کیا۔ (یہ ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے) اور آپ نے اس کی طرف آنکھ اٹھاکر ایک مرتبہ دیکھا۔ اور نہایت غصہ کا اظہار کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تو حملے کرتا ہے۔ اور مجھ کو سلام کرنے کے لئے آیا ہے میں ایسے شخص کا سلام نہیں چاہتا۔

اسی سال جبکہ جنگ مقدس ہوا۔ یعنی عیسائیوں سے بمقام امرتسر مباحثہ ہوا۔ تو عیسائیوں نے چاء کی دعوت پر آپ کو اور آپ کے رفقاء کو بلانا چاہا۔ آپ نے محض اس بناء پر انکار کردیا کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا کہتے ہیں۔ اور مجھے چاء کی دعوت دیتے ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا۔ ہماری غیرت تقاضا ہی نہیں کرتی۔ کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اس کے کہ ہم ان کے غلط عقائد کی تردید کریں۔

(باقی آئندہ)

جواہر ریزے

لا الٰہ الا اللہ پر ایک وعظ

(فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ)

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا ایک نہایت ہی بے نظیر اور حقائق اور معارف سے لبریز لیکچر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ نور الدین اعظم رضؓ کے کلام میں جو خدا نے تاثیر رکھی تھی۔ اس کی یاد کبھی مٹ نہیں سکتی۔ اور ایمان کے تازہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ بار بار انکا مطالعہ کیا جاوے۔

حمد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ جلشانہ کا بہت بڑا احسان اور بہت بڑا کرم اور فضل ہوا ہے۔ کہ مجھکو آپ لوگوں سے ملاقات کا زندگی میں پھر موقع ملا ہے۔ میں کوئی ایسی تقریر خصوصاً کھڑے ہوکر آواز بلند پہنچانے میں کسی قدر اس وقت عذر رکھتا ہوں۔ اس واسطے ایک ضروری بات تمہیں پہنچانی چاہتا ہوں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ جس طرح میں نے اپنے اوپر بہت بوجھ رکھ کر ہمت الٰہیہ سے یہ بات کہنی چاہی ہے اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے۔ کہ تم میری بات کو دل سے مانو۔ اور دل سے مان کر زبان سے اقرار کرو۔ پھر اس کے مطابق تمہارا عمل درآمد ہو۔ تمام وہ قومیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں۔ وہ سب کی سب اس بات کو مانتی ہیں۔ کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے واسطے کیا کیا کوششیں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیں۔ اور یہی

لا الٰہ الا اللہ

جو فقرہ ہے اس کے پہنچانے کے لئے ہماری سرکار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک اپنے ملک میں بڑی بڑی تکالیف شدید کو برداشت فرمایا۔ آخر لا الٰہ الا اللہ کی مخالفت کے باعث آپ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ جب ان شریروں نے تکالیف کو حد سے بڑھا دیا۔ تو اس رحمۃ للعالمین نے ہر طرح سے مقابلہ کیا۔ انہی کی کوشش سے اس کلمہ کی اشاعت ہوئی۔ چنانچہ ہم سب جو موجود ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ سب انبیاء جو خدا کی طرف سے آئے ہیں اسی کلمہ کے لئے انہوں نے وہ تکالیف اٹھائی ہیں جن کے بیان کرنے کے لئے بہت ہی وقت چاہیئے۔

اس کلمہ کے تین عظیم الشان فائدے ہیں

جب انسان منہ سے بولتا ہے۔ تو مسلمان کہلاتا ہے۔ وہ معاملات جو ہم مسلمانوں سے کر سکتے ہیں اس شخص سے کرتے ہیں جس کی زبان سے لا الٰہ الا اللہ سنتے ہیں۔ اسلام ایک عجیب نعمت ہے۔ اسلام کے معنے اصل میں صلح کے ہیں۔ اور آشتی کے اور نیک نمونہ کے سلم اور سلم دونوں لفظ صلح کو چاہتے ہیں۔ منجملہ ان باتوں کے جنسے اسلام نے صلح کو قائم کیا ہے۔ ایک یہ ہے۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ تمام وہ قومیں جو اللہ کے سوا ہی ہو۔ اور اس کی وہ پرستش کرتے ہوں ان کو گالی مت دو۔ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ کیونکہ وہ نادان ہیں۔ اور اللہ کو گالی دیں گے۔ ناسمجھی سے یہ لا تسبوا کی دلیل بتائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام بڑی صلح اور بڑی آشتی کو چاہتا ہے۔ اس کے معنے فرمانبرداری کے بھی ہیں۔ اور ہر ایک فرمانبرداری نہیں۔ بلکہ اللہ کی فرمانبرداری اور اس کے رسولوں کی فرمانبرداری اس کا نام اسلام رکھا ہے۔ اسلام کے معنی فرمانبرداری مگر الاسلام کے معنی خاص فرمانبرداری۔ اسلام کے لفظ سے ایک سلم لفظ بھی نکلتا ہے۔ سلم ایک سیڑھی کو کہتے ہیں۔ جس سے انسان بلندی کی طرف چڑھتا ہے۔ ایسے ہی ہماری ترقیات کے لئے اور بلند مراتب پر پہنچانے کے واسطے خدا نے اسلام کو بھیجا ہے۔ اس کے نمونے دیکھ لو۔

راز خلافت

حضرت ابو بکرؓ اور ان کے والد مکہ کے ضعیف اور عمائد میں سے تھے۔ مگر اسلام ہی تھا کہ اس فرمانبرداری نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جانشین بنادیا جناب عمرؓ ایک دفعہ حج سے واپس آتے ہوئے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ کئی آدمی ساتھ تھے رعب کے سبب کسی کو ہمت نہ پڑی۔ کہ وجہ دریافت کرے۔ مگر حذیفہ کو جنابؓ سے بہت بے تکلفی تھی۔ اس نے پوچھا تو فرمایا۔ خطاب کا بیٹا یہاں اونٹ چراتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے باپ نے اسے یہاں جھڑکی دی تھی۔ آج اسلام نے اسے بلندی پر چڑھا دیا۔ لاکھوں آدمی ایک اشارہ پر خون بہانے کو تیار ہیں۔

ہلاکت سے بچنے کی راہ

ذالک الکتاب لا ریب فیہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ وہ کتاب ہے۔ کہ جس میں کوئی ہلاکت نہیں ریب ہلاکت کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے قرآن شریف میں فرمایا۔ نتربص بہ ریب المنون۔ لا ریب فیہ کے یہ معنے ہوئے کہ قرآن کی تعلیم میں کوئی ہلاکت نہیں ہوتی۔ ابھی کل کی بات ہے یا رات کی کہ ایک نکتہ معرفت میرے کان میں پہونچا۔ میری بیوی نے کہا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ آپ کو تکلیف کیوں پہونچی؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے مخفی در مخفی راز ہیں۔ کہا ایک وجہ میرے خیال میں بھی آئی ہے۔ کہو تو سناؤں میں نے کہا۔ کہ ہاں۔ کہنے لگی۔ تمہاری عادت تھی جمعہ کے بعد دعاؤں میں لگے رہتے۔ تم وہ دعا کا وقت چھوڑ کر ایک امیر کو ملنے چلے گئے۔ مجھے یہ نکتہ بہت پیارا لگا۔ غرض اسلام ایک سلامتی چاہتا ہے۔ اسلام کے بھیجنے والے کا نام السلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر ہے۔ السلام نام ہے اللہ تعالیٰ کا اسلام کا نتیجہ بہشت ہے۔ بہشت کا نام بھی دار السلام ہے۔ لھم دار السلام عند ربھم اور فرمایا۔ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب گویا اسلام سکھوں کا موجب ہے۔ اسلام میں کبھی کوئی ہلاکت نہیں ہوئی۔ میں نے اس لفظ کو الٹ پلٹ کے بڑا دیکھا ہے۔ اس کے سارے لفظوں میں خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ سلم کو الٹا دیں ملس بنتا ہے۔ ملس نرم چیز کو کہتے ہیں۔ مسلمان اشداء علے الکفار اور رحماء بینھم۔ یعنی آپس میں رحیم کریم ہوتے ہیں۔ اسی لفظ کو اور الٹا دیں تو لسم بن جاتا ہے۔ لسم کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان حیا کے سبب بعض وقت خاموشی اختیار کرے۔

مسل بھی اس کا الٹ بنتا ہے۔ اس کے معنی ہیں پانی دوسری جگہ پہنچا دینا۔ مسلمان کا یہ بھی کام ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ لمس بھی اس کا مشتق ہے۔ اس کے معنے ہر وقت طلب میں لگے رہنا۔ پس مسلمان کا یہ بھی کام ہے کہ ہر وقت طلب میں لگے رہنا۔ مگر جس طرح اسلام دنیا میں صلح و آشتی نیک نمونہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسی قدر اگر کوئی موذی اسلام کے لئے پیدا ہو تو اس موذی کا عمدگی سے مقابلہ کرتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ مقابلہ کرو۔ پر ایسی ترکیب سے کرو۔ جس میں خوبیاں ہی بھری ہوئی ہوں۔

مناظرہ کس طرح سے ہو

پس ہمارے مناظرے غیر قوموں سے اگر ہوں۔ تو وہ اسی طرح سے مناظرے ہونے چاہیئیں۔ جس میں خوبیاں ہوں۔ دشمن کی غلطی پر اسے آگاہ کیا جاوے۔ اور اس کے مقابلہ میں مذہب کی خوبیاں بیان کی جائیں اور ایک جگہ فرمایا ادفع بالتی ھی احسن۔ مدافعت بھی کرو اس اس طریق سے کہ وہ بہت ہی عمدہ ہو۔ ادفع السیئۃ بالحسنۃ ہر بدی کو کسی خوبی سے ہٹا دو۔ جب مخالفوں کے ساتھ بھی ہمیں خوبیاں مد نظر رکھنا چاہیئیں تو دو مسلمانوں کے درمیان تناقض۔ عداوت اور باہم جنگ کیونکر ہو سکتی ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ مسلمان تو اسی وقت مسلمان ہوتا ہے۔ کہ جو صلح کار لوگ ہیں۔ اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ چند آدمیوں کے درمیان محبت کا قیام اخوت کا استحکام فضل الٰہی سے ہو سکتا ہے قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم۔ ساری زمین کی گول پھر اگر دیدو تو یہ الفت پیدا نہیں ہو سکتی جواب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ اور فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم الخ خدا کے بھائی بھائی ہو گئے۔

دعائیں کرو

میرے احباب میرے عزیز دل اور دوستوں پر واجب ہے۔ کہ جناب الٰہی سے باہم الفت اور اخوت کے لئے دعا کیا کریں۔ مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگائے کہ یہ جماعت نہ بنے مگر اب تم اس قدر موجود ہو کہ جناب الٰہی کے فضل کا نمونہ ہے۔

دوسرا مرتبہ

لا الٰہ الا اللّٰہ کا یہ ہے۔ کہ جب یہ کلمہ دل میں رچ جاتا ہے۔ اس وقت انسان کو مومن کہتے ہیں مومن کا لفظ خود بھی امن سے مشتق ہے۔ یہی اسلام کا اعلےٰ مقام ہے مومن امن میں رہ سکتا ہے۔ کہ دشمن کا مقابلہ بھی کرے۔ عسکل عرینہ کے چند موذی مدینہ میں آئے۔ اور بعض صحابہ کو قتل بھی کیا۔ لکھا ہے مثل علیہم۔ ان کی آنکھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چروا دیں تھیں۔ تا ایذا سے باز آجائیں۔ مومن امن دینے والا اور خود امن میں رہنے والا ہوتا ہے۔ جب یہ کلمہ دل میں رچتا ہے تو مومن ایمان کے یمن اور برکات سے متمتع ہوتا ہے۔ یہ ایمان کا باغ دل میں لگ جاتا ہے۔ کوئی دکھ اور کوئی ناخوشی اور کوئی خوف وحزن باقی نہیں رہتا۔ میں ایک دفعہ مصیبت کے پنجہ میں گرفتار تھا۔ صبح کی نماز پڑھنے لگا۔ اس وقت میرے دل میں یہ لفظ آیا۔ الحمد للہ۔ تو میرے دل نے یہ گواہی دی کہ اس دکھ میں الحمد للہ کا کیا موقع ہے۔ اگر کہوں تو منافقانہ الحمد للہ ہے۔ نہ کہوں تو الحمد للہ کے سوا نماز کیسے ہوتی ہے۔ کہ معاً خدا نے بجلی کی طرح سمجھایا۔ کہ جب انسان انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ تو ہر مصیبت کے وقت ہزاروں خوشیاں دیتا ہے۔ تب میں نے انا للّٰہ کہکر بڑے زور سے الحمد للہ کہا۔ یہ اس ایمان کا نتیجہ تھا ایمان سے وہ سارا خوف وحزن راحت کے ساتھ مبدل ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہ مومن جو ہوتے ہیں۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھ لیا۔ یہ ایمان میں کمزوری ہوتی ہے۔ جو مومن ناامید ہوتا ہے۔ یا یاس میں آجاتا ہے۔

تیسرا مرتبہ

لا الٰہ اللّٰہ کا فائدہ وہ ہے۔ جو احادیث صحیحہ میں میں نے پڑھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا۔ کوئی مجھے کلمہ سکھایا جاوے جو میری ترقیات کا موجب ہو۔ الہام ہوا کہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہو۔ کہا الٰہی جب سے میں نبی ہوا ہوں اسی کلمہ کی اشاعت میں ہوں۔ جناب الٰہی سے الہام ہوا۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اس سے نئی کوئی بات نہیں۔ یہ بات کہنے کو معمولی ہے۔ مگر سارا قرآن شریف ٹٹول کر دیکھ لو۔ قرآن شریف کے بعد تمام اولیاء کرام اور ان کے ملفوظات اور ان کی تصنیفات کو ٹٹولو۔ ساری بڑائیاں سارے قرب۔ سارے فضل۔ ساری ان کی کرامتیں اسی لا الٰہ الا اللّٰہ کے وظیفے پر موقوف ہیں۔ اس کا نام وہ نفی اثبات کہتے ہیں۔ اور رنگ برنگ الفاظ میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے محبوب کے چہرے کو تغزلات میں بیان کیا جاتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اسلام میں ایمان کے بعد احسان کا مرتبہ ہے۔ اعبد واللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ یراک اللہ کی عبادت کرو۔ گویا تم اسے دیکھتے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھتے۔ تو وہ تمہیں دیکھتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے قرب الٰہی کا جو لا الٰہ الا اللّٰہ میں تدبر سے حاصل ہوتا ہے۔ کچھ زمانہ مجھ کو گزرا ہے۔ مجھ کو اللہ جل شانہ نے لا الٰہ الا اللہ کے معنی کہ انسان غور کرے اس کی ہستی کیا ہے۔ ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً۔ انسان پر وہ زمانہ بھی گزرا ہے۔ کہ وہ کچھ چیز نہ تھا۔ اس عدم میں اس کی خواہش کیا؟ مطالب کیا؟ جناب الٰہی کے فضل نے عدم سے موجود کیا۔ من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعاً بصیراً۔

خدا جانے کیوں درمیان اس وعظ کے نکتہ خیال میں آیا وعظ کو چھوڑ کر اس کے بیان کرنے میں معذور ہوں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تین آدمی آئے ایک کو جگہ مل گئی وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے نے دیکھا جگہ نہیں تو وہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ پہنچتی وہیں بیٹھ گیا۔ تیسرے نے کہا کہ آواز نہیں آتی یہاں کیا بیٹھنا ہے چلا گیا۔ نبی کریمؐ کو الہام ہوا۔ تین آدمی یہاں آئے۔ ایک کو جگہ ملی وہ بیٹھ گیا فاداہ اللہ اللہ نے اسے قرب میں جگہ دی۔ دوسرے کو حیا آئی آگے نہ بڑھا۔ جانے سے مضائقہ کیا۔ اللہ بھی اس کی پکڑ سے حیا کرے گا۔ تیسرے نے منہ پھیرا۔ خدا بھی اس سے منہ پھیریگا شاید کوئی قلب ایسا ہو جس کی وجہ سے یہ تحریک ہوئی۔

حضرت حق سبحانہ نے انسان کو معدوم کو موجود فرمایا اور فرمایا نبتلیہ فجعلنہ سمیعاً بصیراً اس پر انعام فرماتے رہے۔ اور انعام کرتے کرتے اس قدر بڑھایا۔ کہ سمیع بصیر بنا دیا۔ ایک عام طور پر سمیع بصیر ہیں۔ ایک وہ جو خدا کی آواز سنتے ہیں اور جناب الٰہی کے حقائق دیکھتے ہیں۔ جس طرح انسان عدم میں بے طاقت تھا۔ اور فضل الٰہی سے باہر آیا اسی طرح ہر وقت اس کو ایک جدید ترقی عطا ہوتی ہے جناب الٰہی کا فضل نہ ہو۔ تو ترقی عطا نہ ہو۔ کل کھایا یا کل پیا کل کا مکان کل کا لباس آج ہمارے کام نہیں آیا۔ کل کی خوشی کل کی خوشحالی کل کے جو تعلقات کسی کے ساتھ تھے وہ آج کام نہیں ہر وقت اللہ کی نعمتوں کا محتاج ہے۔ اس لئے اس کا نام

الصّمد

ہے۔ میں آواز دیتا ہوں ایک حرف کے بعد دوسرا نکلتا ہے۔ اگر ذرا اعانت الٰہی نہ پہونچے تو وہ آواز کہاں سے آسکتی ہے۔ غرض ہر آن میں انسان جناب الٰہی کے فضلوں کا محتاج ہے۔ جتنے کمالات کسی کو نصیب ہوئے ہیں۔ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں سب کا سب کارخانہ اس کے فضلوں کا ہر آن محتاج ہے اس کے فضل کے بڑے بڑے عجائبات ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہر آن میں تم میرے محتاج ہو۔ اس کا فضل ہی ہوتا ہے۔ تو کام بنتا ہے۔ اسلئے انسان عبد بنتا ہے۔ اور جناب الٰہی معبود بنتے ہیں۔

عبودیت

عبودیت کے واسطے تین چیزوں کی بڑی ضرورت ہے۔ تب جاکر عبد عبد بنتا ہے۔ جناب الٰہی سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہو۔ جناب الٰہی کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہو اور انسان اعلیٰ درجہ کے عجز وانکسار وتذلل کے مقام پر ہو۔ محبت پیدا ہونے کے اسباب بھی تذلل وانکسار کے اسباب بھی ہیں۔ لا الٰہ الا اللّٰہ میں غور کرنے سے تینوں کا پتہ چلتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں محبت جو پیدا ہوتی ہے حسن واحسان سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر حسن (حسن کے معنی خوبی کے ہیں) کسی میں ہوتا ہے۔ جس قدر ہمارے ساتھ کسی کا احسان ہوا اسی قدر اس سے محبت بڑھ جاتی ہے۔ جناب الٰہی کے حسن واحسان پر جب غور کرتے ہیں۔ ہمیں صاف نظر آتا ہے۔ کہ ساری دنیا کے احسان خدا تعالےٰ کے احسان کے جزو ہیں۔ جو دنیا احسان کرتی ہے وہ خدا کے فضل وداد کا نتیجہ ہیں۔ ہم غلہ کھاتے ہیں۔ ایک دانہ سے کئی دانے پیدا کرنا اور وہ زمین اور وہ ہوا وہ روشنی اور وہ ظلمت جس کے ساتھ نشو ونما وابستہ ہے۔ کس کا کام ہے۔ پھر جانور جو ہل جوتتے ہیں۔ کسی ملک میں بیل ہیں۔ کسی میں ٹٹو ہیں۔ کسی میں اونٹ ہیں ہاتھی ہیں گھوڑے ہیں۔ ان کا کتنا بڑا کارخانہ ہے۔ روشنیوں اور ظلمتوں اور جانوروں کا پیدا کرنا جن سے نشو ونما ہوتا ہے پھر اس میں لکڑی کی حاجت لوہے کی ضرورت کتنا بڑا کارخانہ ہے۔ یہ تمام کارخانہ جناب الٰہی کا عطا کردہ ہے۔ عمدہ سے عمدہ غذا ہے۔ گلہ بند ہے پیٹ میں درد ہے۔ قولنج ہے۔ تو وہ غذا کس کام کی اور اللہ کا فضل شامل حال نہیں۔ غرض

اللّٰہ کے فضل کے سوا کچھ بھی نہیں

حسن جتنے ہیں۔ وہ بھی خدا ہی کے فضل پر موقوف ہیں۔ اگر خط وخال کا حسن ہے۔ تو آنکھ کے سوا یہ نعمت بیکار ہے۔ آواز کا حسن ہے۔ تو کان کے سوا کچھ نہیں۔ خوشبو کا حسن ہے تو ناک کے سوا کچھ نہیں اگر اعضا کی خوبی کا ہے۔ تو ٹٹولنے کے سوا کچھ نہیں غرض سارے حسن واحسان خدا کے حسن و احسان پر موقوف ہیں۔ اگر محبت کا مدار حسن و احسان پر ہے اور واقعہ میں ہے۔ تو اللہ کے برابر ہمارا کوئی محسن اور حسن والا نہیں۔ تعظیم کا مدار علم کامل قدرت کاملہ پر ہے۔ جناب الٰہی کی قدرتوں۔ حکمتوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سارے علوم خدا ہی کے فیضان سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس اعلیٰ تعظیم کا موجب علم وقدرت ہے۔ اور اعلیٰ محبت کا موجب حسن واحسان ہے۔ اب ادھر ہم دیکھتے ہیں۔ تذلل کی حالت۔ سانس رک جاوے۔ جان معاً جاتی ہے۔ اب اس سے زیادہ تذلل کیا ہے۔ جب انسان لا الٰہ الا اللّٰہ پر غور کرتا ہے۔ اور اسے اپنا انکسار وتذلل معلوم ہوتا ہے۔ تو جناب الٰہی کے علم وقدرت کا تماشا دیکھتا ہے اور

حسن واحسان کا نظارہ

اس کے سامنے گزرتا ہے۔ تو وہ لا الٰہ الا اللّٰہ پکار اٹھتا ہے۔ اس واسطے تمام غفلت کے پردے جو انسان کے قرب الٰہی میں واقع ہوتے ہیں۔ ان سب کا علاج لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اس کے بعد میں آیت کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ شھد اللّٰہ لا الٰہ الا ھو اللہ جل شانہ فرماتا ہے

لا اِلٰہَ اِلّا ھُوَ

اس لا الٰہ الا اللہ کی گواہی اللہ نے دی ہے۔ گواہی ہمیشہ چند آدمیوں کے سامنے دیجاتی ہے۔

حیاتِ نور کا ایک ورق

قرآن کریم

قرآن مجید کی تعلیم کی عظمت اور اس کے حقائق و معارف کا بیان جو نور الدین اعظم رضؓ کی زبان سے ہوا۔ وہ اس مقام پر بیان کرنا میرا مقصود نہیں اور نہ یہ مختصر کتاب اس کی متحمل ہو سکتی ہے۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا۔ میں نے آپ کے درس قرآن کریم سے لئے ہوئے نوٹوں کی بناء پر تفسیر القرآن اور ترجمۃ القرآن لکھ کر اس کا نمونہ دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مکمل ہو جائے۔ ورنہ جس قدر بھی ہو گیا ہے وہ اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ بعض دوسرے احباب نے بھی اس راہ میں قدم اٹھایا۔ اور آپ کے درس قرآن کریم کے نوٹوں کو مرتب کر کے شائع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

اس حصہ کتاب میں میں بعض خاص خاص امور کا ذکر کروں گا۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ نور الدین اعظم رضؓ کتاب اللہ کو کس کس رنگ سے پڑھتا تھا اور اس کا فطرتی ذوق کن بلند پروازیوں سے حصہ لیتا تھا۔ ابتداءً میرا ارادہ تھا۔ کہ میں اس کو قرآن مجید کی ترتیب کے لحاظ سے لکھتا۔ لیکن اس کام کو کسی دوسرے کے لئے چھوڑ کر میں مجموعی طور پر بلا لحاظ کسی ترتیب کے لکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

قرآن مجید سائنس کی طرف متوجہ کرتا ہے

۸ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء کے درس میں فرمایا:۔

ہماری کتاب (یہ محبت اور پیار اور شدت تعلق قرآن مجید کے لحاظ سے بولا ہے) بڑی عجیب ہے۔ ہماری کیا؟ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی۔

دنیا کی کوئی کتاب نہیں جو سائنس کی طرف توجہ دلاتی ہو۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ۔ اس میں آسمان کی بناوٹ کا ذکر ہے۔ وَالْاَرْضِ پھر زمین کے بارہ میں سارا علم جیالوجی داخل کر دیا۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ میں جغرافیہ آتا ہے۔ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ اس میں سٹیمر۔ جہاز۔ قطب شمالی کی سوئی۔ سمندر۔ پانی۔ ہوا اور کشتیوں کا علم آجاتا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اس میں بخارات اور بارشوں اور نباتات کا علم آجاتا ہے۔ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ اس میں علم الحیوانات آجاتا ہے۔ وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اس میں ہوا اور ہوا کی قسموں کا ذکر ہے۔ کاربانک۔ ہائیڈروجن وغیرہ موٹی موٹی چیزیں ہیں۔ علاوہ ان کے اور بھی ہوا میں کئی اجزاء ہیں۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ بادلوں میں روشنی۔ بجلی ... کا کارخانہ الگ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری کتاب کسی علم سے نہیں ڈرتی۔ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس میں نشان ملتے ہیں۔ مگر ... کے لئے وہ کون لوگ ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ۔ اس میں ابھی مجھے ایک لطیفہ خیال میں آیا کہ اس موجودہ سائنس پر جس قدر لوگ غور کرتے ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اٹھتے بیٹھتے جب سوچتے ہیں۔ تو ساتھ ہی خدا کو بھی یاد کرتے ہیں ایک وہ ہیں جو قدرت الٰہی پر غور کرتے ہیں۔ مگر مولیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر تم سائنس پر غور کرو تو اللہ کو بھی یاد کرو۔ کیونکہ ایسے وقت میں جو اللہ کا خیال نہیں رکھتے۔ انکو سُکھ حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن مجید خود انتخاب ہے

۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء کو فرمایا۔ ایک دفعہ میرا جی چاہا کہ قرآن کریم کے حاشیہ پر اس کی منتخب یادداشتیں لکھوں۔ میرے دماغ کو شعر سے تو کوئی نسبت نہیں۔ ایک روز جمعہ کے دن بڑے زور مار مار کر تین شعر لکھے تھے۔ حالانکہ اس وقت میرے اندر ایک کیفیت بھی موجود تھی۔ مگر جب قرآن کریم کے انتخاب کے لئے قلم اٹھایا۔ تو مجھ کو یہ شعر یاد آگیا ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

میں نے قلم کو توڑ دیا۔ سیاہی کو الٹ دیا۔ اور کہا کہ قلم تو بھی جھوٹا ہے اور اے دوات تو بھی جھوٹی ہے۔ کیا قرآن کریم کا انتخاب لکھنا چاہتے ہو۔ یہ خود سارے کا سارا انتخاب ہے۔

قرآن مجید میں کوئی امر ایسا نہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہو

ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ میں نے قرآن شریف کو اس نیت سے بھی پڑھا ہے۔ کہ کیا اس میں کوئی ایسی بات ہے۔ جو ہماری طاقت سے باہر ہو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ شروع ہی میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ لکھا ہوا ہے۔ اس میں نہ کوئی کمی ہے نہ زیادتی۔ یہ ایک راہ ہے۔ جیسے دو لفظوں کے درمیان ایک سیدھا خط ہوتا ہے۔ یہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ جو اس سے ادھر ادھر ہو جاتا ہے۔ وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ ایسی پاک و مطہر تعلیم کے ہوتے ہوئے نیچے گر گئے اور بعض اس سے بھی زیادہ بلند پروازی کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید کی صداقت کا ایک ثبوت

سچائی اپنے انوار و برکات سے ثبوت دیتی رہتی ہے۔ سچائی کا ایک نشان یہ بھی ہے۔ کہ جوں جوں اس پر اعتراضات کئے جاویں۔ اسکا صدق ہی کھلتا رہے قرآن مجید کی صداقت پر ضمیر انسانی گواہ ہے پھر فطرت سلیمہ۔ تجارب۔ کتب سابقہ۔ تمام قوموں کا عملدرآمد۔ غور سے دیکھو تو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ قرآن مجید کی چند آیات کا ترجمہ ہے۔ پھر صحابہ کی بزرگی قرآن مجید کی صداقت پر زندہ گواہ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام بحیثیت تاریخی انسان ہونے کے کسی تاریخ میں نہ پاؤ گے۔ مگر اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قوم صدیقی کہلاتی ہے۔ اور دنیا کے ہر حصہ میں موجود اور معزز و محترم ہے۔

قرآن مجید میں تجارت و زراعت کا مقابلہ

۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء کو فرمایا۔ میں نے قرآن شریف میں تدبر کیا ہے۔ اور ایسی آیات کو جمع کیا ہے جن میں زراعت و تجارت کا ذکر ہے۔ پھر ہر دو کو بالمقابل دیکھنے سے مجھ پر یہ ثابت ہوا ہے۔ کہ قرآن شریف نے تجارت کے پیشہ کو زراعت پر ترجیح دی ہے

قرآن کریم کا اسلوب بیان لطیف ہے

۶ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء کو فرمایا۔ قرآن کریم میں خاص مسئلہ کے ساتھ ایک عام بات نصیحت کی بھی ہوتی ہے اس لئے کہ جسے اس خاص مسئلہ کی ضرورت نہیں وہ بھی قرآن شریف سننے میں دلچسپی لے سکے۔ مثلاً طلاق کے مسئلہ میں فرمایا۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ کتابوں کی طرح نہیں۔ کہ ایک ہی مسئلہ چلا جائے۔ اور کسی مسافر یا غیر مسلم وغیرہ کو کسی قسم کی نصیحت حاصل نہ ہو

قرآن کریم کے متعلق اپنے علیٰ وجہ البصیرۃ

ایمان کا اعلان

یوں تو قرآن کریم کے متعلق آپ نے لا انتہا مرتبہ اپنے ایمان کا ایک سرور اور ذوق کے ساتھ اظہار فرمایا۔ آپ کی خوشی اور مسرت اسی پاک کتاب کی تعلیم و تدریس اور اشاعت میں تھی۔ مگر سنہ ۱۹۱۰ء کے سالانہ جلسہ پر آپ نے ایک تقریر کے دوران میں خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔

"میں نے وید کو سُنا ہے۔ اور احتیاط سے سُنا ہے۔ اتھروید کے سوا تینوں وید سنے ہیں۔ اوستا۔ ژند۔ اور دساتیر کو پڑھا ہے۔ اور سُنا ہے۔ گاتھا جو مجوسیوں کی کتاب ہے اسے بھی احتیاط سے سُنا ہے۔ پھر اس کے بعد میں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے۔ تمہیں تعجب ہوگا۔ کہ جب ... فطرت سے قرآن سے محبت ہوئی تو شیعوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ ایک کتاب ... نام عربی میں ہے۔ چار سو روپیہ کو آتی ہے۔ میرے دل میں ہے۔ کہ اسے بھی منگوا کر پڑھوں۔ میں نے ان کی مستند اور معتبر کتابوں کو منگوایا اور پڑھا ہے۔ اور میرے پاس موجود ہیں۔ میرے نزدیک ان کی یہ کتابیں معتبر معلوم ہوتی ہیں چار ان کی مسلم ہیں۔ کافی ہے۔ تہذیب ہے۔ استبصار اور من لا یحضرہ الفقیہ۔ مجمع البیان طبرسی اور نہج البلاغۃ جناب امیر کے خطبات ہیں۔ ان کے مد مقابل خوارج ہیں۔ ان کی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ ایک ۹۳ جلد میں ہے۔ اور میرے پاس ہے غرض ان کتابوں کو اس وسعت سے دیکھا ہے۔ پھر جو

۱ سنیوں میں مذاہب اربعہ ... اور ... کا مذہب پڑھا ہے۔ اور ان سب کو پڑھ لینے کے بعد میں اکتا گیا ہوں۔ اور کھول کر سناتا ہوں۔ اور یہ اس لئے کہ ... سے کون ہوگا

(بقیہ صفحہ ۶)

جناب الٰہی کی گواہی کے ساتھ بھی تمام رسول اور تمام انبیاء اور تمام اولیاء سب کے سب گواہی دیتے ہیں۔ کہ اللہ نے ہم کو کہا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ حضرت موسیٰ کی گواہی حضرت نبی کریم کی گواہی سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اللہ نے ان کو فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ ہر فرد کے سامنے گواہی ضروری نہیں ہوتی۔ میری دانست میں اللہ کی ہستی اور نبیوں کی صداقت پر یہ بڑی بھاری دلیل ہے۔ تمام انبیاء تمام اولیاء تمام مجددین سب کے سب متفق ہیں۔ اس بات پر لا الٰہ الا اللہ معبود حقیقی خدا ہی ہے۔ اور اپنے حسن و احسان اور علم و قدرت میں کامل ہے۔ اور انسان بڑے انکسار سے تذلل سے بیچے ہے۔ دس۔ بیس۔ چالیس۔ پچاس جس بات کے گواہ ہوں۔ وہ بات بھی قابل اعتماد ہوتی ہے۔ کیا حال ہے اس گواہی کا جس کیلئے تمام

صداقت کے عاشق

صداقت کے محب۔ اس بات پر متفق ہیں۔ اس صداقت کے لئے کوئی بڑا ہی فضل حضرت محمد رسول اللہ پر اللہ کا ہے۔ دنیا میں ہزاروں انبیاء آئے۔ ان کی تعلیم کا ناموں نشان بھی نظر نہیں آتا۔ پتہ ہی نہیں لگتا۔ پھر ان کی کتابوں کی زبانیں ایسی پرانی ہیں۔ کہ ان کے سمجھنے کے سب سامان مفقود ہو گئے۔ مجھے کبھی کبھی تعجب آتا ہے آریہ مذہب پر کہ دو ارب برس سے وید ہیں ویدوں کی لغت کا نام لیتے ہیں تو چار ہزار برس بتاتے ہیں بھلا دو ارب برس کی بات دو چار ہزار برس والے کو کیا معلوم۔ یہ ایک فضل ہے ہم لوگوں پر۔

سلامتی اسلام سے نکلا ہے۔ اس واسطے رسول اللہ کی تعلیم کو اللہ نے محفوظ رکھ دیا۔ یہ بھی ایک اس کی گواہی ہے کسطرح اس نے حفاظت فرمائی کہ قرآن کریم کے زیر و زبر تک محفوظ ہیں۔ پھر قرآن کے پہنچانے والوں اور اس کے معنی کے محافظین مجددوں کا سلسلہ موجود ہے۔ ہم بھی بڑے خوش قسمت ہیں۔ کہیں ۱۸۵۰ء میں ہوتے تو اپنی آنکھ سے کہاں دیکھتے کہ خدا نے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ ہمارے زمانہ میں ایک مجدد آیا۔ اس کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم نے اس راستباز سے بارہا سنا کہ جبتک انا الموجود کی آواز نہیں آتی۔ ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اور اس کی روح رواں پر بہت سی برکتیں بھیجے۔ کسی ایک جماعت نے باوجود عزیم مخالفت کے عطا فرمائی۔ جس طرح جناب الٰہی کی یہ گواہی ہے۔ اسی طرح پاک دلوں کے ساتھ ملائکہ کا۔